اسلامی ریاستِ خلافت

کے دوبارہ قیام میں مسلم خواتین کا کردار

خواتین حزب التحریر

ولایہ پاکستان

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡھُمۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ﴾

”اپنے رب کے راستے کی طرف عقلی دلیل اور عمدہ نصیحت سے بلاؤ اور ان سے احسن طریقے سے بحث کرو“

(النحل:125)

فہرست مضامین

پیش لفظ	5
باب اول: مسلمان عورت کی ذمہ داریاں	8
اسلامی عقیدہ پر کامل یقین	8
مسلمان عورت کے لیے اسلامی فرائض کی ادائیگی لازمی ہے	14
باب دوم: اَمر بِالْمَعروف اور نَہِی عَنِ الْمُنکر مسلمان عورت پر فرض ہے	19
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اعلیٰ ترین اعمال میں سے ہے	21
باب سوم: اسلامی ریاست کے قیام کا فریضہ	25
اسلام کے ذریعے حکمرانی	27
اسلامی ریاست کے قیام کا طریقہ	30
منظّم جماعت کا قیام	31
اُس جماعت کا طریقہ کار	33
حزب التحریر رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار پر کاربند ہے	35
باب چہارم: حزب التحریر کا تعارف	37
باب پنجم: اسلامی دعوت پہنچانے میں مسلمان عورت کا کردار	41
دعوت سے متعلق احکامات	41
دعوت کی سرگرمیاں	42
اسلامی شخصیت کی تعمیر	42
دین کا علم حاصل کرنا	43

دعوت کے اسالیب	44
دعوت کی راہ میں مشکلات ومصائب کو برداشت کرنا	46
حزب التحریر ولایہ پاکستان کی خواتین	49
حزب التحریر کی خواتین کی طرف سے پاکستان میں اپنی مسلمان بہنوں کو پرزور پکار	50

پیش لفظ

یہ حقیقت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ آج اللہ سے بغاوت پر مبنی انسانی ذہن کے تراشے ہوئے تمام تر نظام انسانیت کے مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ سوشلزم کی ناکامی کے بعد سے دنیا پر سیکولر سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کا غلبہ ہے اور آج پوری دنیا اس باطل مغربی نظام کے پنجے تلے سسک رہی ہے۔ یہی سیکولر جمہوری نظام مسلم دنیا میں بھی رائج ہے، جس کے نتیجے میں امتِ مسلمہ کی معاشرت ،معیشت، سیاست غرض یہ کہ زندگی کا ہر پہلو سنگین مسائل سے دوچار ہے۔ اور واحد سچے دین کا حامل ہونے کے باوجود مسلم اُمہ جو کبھی دنیا پر حکمرانی کرتی تھی، آج بدحال اور زوال پذیر ہے۔ یہ صورتِ حال کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ اللہ کے نازل کردہ نظامِ خلافت کو ترک کرنے کا انجام یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس بات سے آگاہ کر دیا ہے:

﴿ فَاِمَّا یَاتِیَنَّکُمۡ مِّنِّیۡ هُدًی ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشۡقٰی ○ وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیۡشَةً ضَنۡکًا ﴾

’’پھر اگر تمہیں میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت پر چلے گا تو وہ نہ تو گمراہ ہوگا اور نہ ہی تکلیف اٹھائے گا۔ اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہو جائے گی‘‘

(طٰہٰ:123-124)

خلافت ہی وہ نظام ہے جو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مسلمانوں سمیت تمام انسانیت کے لیے

نازل کیا ہے، جس کے تحت مسلمان اپنی زندگی کے تمام گوشوں میں اسلام کے احکامات پر عمل کر سکتے ہیں۔ خلیفہ اسلامی ریاست یعنی خلافت کا سربراہ ہوتا ہے، وہ امتِ مسلمہ کا جائز اور قانونی حکمران ہوتا ہے اور حکمرانی میں رسول اکرم ﷺ کا جانشین ہوتا ہے، اور اسلامی ریاستِ خلافت میں اللہ کے دین کو نافذ کرتا ہے۔ جبکہ آج اسلامی دنیا میں رائج نظاموں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، خواہ وہ بادشاہت ہو یا آمریت یا پھر جمہوریت۔

خلافت کی موجودگی کی ضرورت اور اس کی فرضیت کی سمجھ بوجھ برِصغیر کے مسلمانوں کے لیے کوئی نئی یا اجنبی بات نہیں۔ یہ مسلمانانِ برِصغیر کے قلوب واذہان میں پیوست اس فرض کی اہمیت ہی تھی کہ برطانوی راج کے جابرانہ تسلط کے باوجود، خلافت کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے برصغیر میں ''تحریکِ خلافت'' بپا ہوئی۔ خلافت کے خاتمہ کے نتیجے میں مسلمانوں کی طاقت اور وحدت پارہ پارہ ہوگئی اور آج امتِ مسلمہ 60 سے زائد ممالک میں منقسم ہو کر مغرب کی غلامی میں مبتلا ہے اور دنیا کی بساط پر اس کی کوئی وقعت اور حیثیت باقی نہیں رہی۔ اور جہاں تک اللہ کے نازل کردہ آخری دین، دینِ اسلام کا تعلق ہے تو وہ مسلمانوں کی زندگیوں میں صرف ایک ذاتی مذہب کی حیثیت تک محدود ہو کر رہ گیا ہے اور اس کے بیشتر احکامات معطل ہیں۔

اسلام کے تمام تر احکامات کو نافذ کرنے والی اس ریاستِ خلافت کا دوبارہ قیام آج اُمتِ مسلمہ پر فرض ہے اور جب تک یہ فرض ادا نہیں ہو جاتا ہر مسلمان جوابدہ ہے اور اس فرض کی عدم ادائیگی کی صورت میں گنہگار بھی۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((و من مات و ليس فى عنقه بيعة مات ميتة جاهلية))

''جو اس حالت میں مرا کہ اسکی گردن پر خلیفہ کی بیعت کا طوق نہ ہوا، وہ جاہلیت کی موت مرا۔'' (مسلم)

یہ حدیث بتاتی ہے کہ کوئی بھی مسلمان اگر اس حال میں مر گیا کہ اس کی گردن میں خلیفہ کی بیعت موجود نہ تھی تو وہ سخت گناہ گار ہوگا۔ اور امتِ مسلمہ کا ایک خلیفہ کو مقرر کرنا، جو امت کے امور کی دیکھ بھال اسلام کے احکامات کے مطابق کرے، ہر مسلمان کی گردن میں بیعت کو قائم کرتا ہے۔ پس خلافت کے انہدام کے بعد آج اس کے دوبارا قیام کی جدوجہد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ اور اس فرض کو پورا کرنے میں مرد وعورت کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ اس جدوجہد میں شامل ہونا عورتوں پر اسی طرح فرض ہے جس طرح کہ یہ مردوں پر ہے۔ اور یہ فرض اس وقت تک ساقط نہیں ہوگا جب تک ایک بھرپور کوشش کے ذریعے خلافت کو قائم نہ کردیا جائے۔

یہ کتابچہ پاکستان کی مسلمان بہنوں کے لیے ایک پکار ہے کہ وہ حزب التحریر میں موجود اپنی اُن مسلمان بہنوں کا ساتھ دیں جو دنیا بھر میں اس فرض کی تکمیل اور اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے کام کررہی ہیں، تاکہ امتِ مسلمہ کی گردن سے یہ گناہ ساقط ہو اور ہم اللہ کی رحمت اور محبت کی مستحق بن جائیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ﴾

''میں تم میں سے کسی کام کرنے والے کا کام ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت۔'' (آل عمران:195)

اور فرمایا:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

''جس نے نیک کام کیا، مرد ہو یا عورت، اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو، تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بخشیں گے، اور ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو وہ کیا کرتے تھے، ان کا حق انہیں بدلے میں دیں گے''۔ (سورۃالنحل:97)

باب اول:

مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں

اسلامی عقیدہ پر کامل یقین:

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾

''اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود پکارا، جسکی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اسکا حساب اس کے رب کے ہاں ہوگا، بے شک کافر لوگ نجات نہیں پائیں گے۔'' (المومنون:117)

اور فرمایا:

﴿ أَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾

''بھلا کون ہے جو خلقت کو نئے سرے سے پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور کون ہے وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے، کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔'' (النمل:64)

ہر مرد اور عورت اپنے دین کی قبولیت کے حوالے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے جوابدہ

ہے۔ ہر فرد سے اسکے عقیدہ اور ایمان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ وہاں وہ کسی دوسرے کا سہارا نہیں لے سکے گا۔ اللہ اس شخص سے، جو کسی اور کے معبود ہونے کا دعویٰ کرتا ہوگا، اس کے اس دعوے کی دلیل طلب کرے گا۔ پس ہر انسان کو اس اہم ترین معاملے (عقیدہ) کے بارے میں غور و فکر کرنا چاہیے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عقیدہ کے ثبوت کے لیے قرآن میں ''برہان'' اور ''سلطان'' کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مطلب ہے قطعی دلیل، جو ثابت کرتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سے قطعی دلیل کا مطالبہ کر رہا ہے اور عقیدہ کے معاملے میں ظن اور قیاس آرائی کو رد کر رہا ہے، اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ط اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾

''اور ان میں سے اکثر صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں، بے شک حق بات کے سمجھنے میں ظن (گمان) ذرا بھی کام نہیں دیتا، بے شک اللہ تمہارے (سب) افعال سے واقف ہے۔'' (یونس:36)

اور فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا﴾

''بے شک سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ اور اسکے رسول ؐ پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا'' (الحجرت:15)

عقیدہ کے بارے میں یہ محاسبہ مرد اور عورت دونوں پر لاگو ہوتا ہے۔ وہ مومن عورتیں جن کا ذکر قرآن اور سیرتِ رسول ﷺ میں ہے، انہوں نے اپنے فہم و ادراک کے ساتھ اللہ پر ایمان اختیار کیا اور پھر وہ اس ایمان پر ڈٹ گئیں اور ایمان کے راستے میں تکالیف سہنے کے باوجود اپنے ایمان پر قائم رہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں فرعونِ مصر کی بیوی حضرت آسیہ کی مثال

بیان کرتا ہے کہ انہوں نے ان الفاظ میں دینِ حق پر ثابت قدم رہنے کے لیے دعا کی:

﴿ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾

''اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اسکے کام سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے'' (التحریم:11)

اسی طرح عیسٰی علیہ سلام کی والدہ مریم علیہ سلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ﴾

''اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں کو اور اسکی کتابوں کو سچ جانا اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھی۔'' (التحریم:12)

یہ وہ خواتین تھیں جنہوں نے اللہ کے دین پر پختہ یقین اختیار کرنے کے بعد اس راستے میں سختیاں برداشت کیں اور ثابت قدم رہیں اور ان کا رتبہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں ان کی تعریف بیان کی ہے۔ اور جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، تو ہمیں اسلام کے اولین دور میں جب وہ ابھی چند افراد تک محدود تھا، مختلف خواتین کے نام بھی نظر آتے ہیں۔ بلکہ سب سے پہلے جو شخصیت رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں وہ خاتون ہی تھیں، جی ہاں حضرت خدیجہؓ۔ اسی طرح فاطمہؓ بنتِ خطاب جو عمرؓ کی بہن تھیں، جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو عمرؓ اس وقت ابھی عقیدۂ کفر پر ہی قائم تھے اور یہ وہ دور تھا جب اسلام کی دعوت ابھی خفیہ تھی۔ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرؓ سے انکے ایمان لانے کے بارے میں دریافت کیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ ''حمزہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد میں اپنے گھر سے باہر گیا اور اتفاق سے مجھے قبیلہ

مخذوم کا آدمی ملا، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم محمدؐ کی دعوتِ ایمان کو اپنے آباء واجداد کے عقیدے سے بڑھ کر سمجھتے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھ سے زیادہ جو تمہارے بہت قریب ہے وہ محمدؐ پر ایمان لا چکا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے؟ اُس نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی۔ میں غصے میں اپنی بہن کے گھر گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا اور اندر سے مجھے سرگوشی کے انداز میں کچھ پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ کھٹکھٹانے پر جب دروازہ کھلا تو اندر جا کر میں نے اپنی بہن سے پوچھا: وہ کیا ہے جو تم پڑھ رہی تھیں، میں نے ابھی سُنا ہے؟ اس نے کہا کچھ نہیں۔ پھر ہم میں تکرار ہوئی اور غصے کے مارے میں نے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ جس پر وہ بھی غصہ میں مگر استقامت سے گویا ہوئی کہ اے عمر اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور کے دین میں ہو تو پھر؟ اور ان دونوں نے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا۔ ان کے سر سے نکلتے ہوئے خون کو دیکھ کر مجھے بہت ندامت ہوئی۔ میں نے کہا مجھے وہ صحیفہ دکھاؤ جو تم ابھی پڑھ رہے تھے''۔ چنانچہ بھائی کی اس قدر مخالفت اور تشدد کے باوجود حضرت فاطمہؓ بنتِ خطاب ایمان پر ثابت قدم رہیں۔

ان کے علاوہ بھی کئی اور خواتین کی مثالیں ہیں جو اپنے اختیار سے غور و فکر کر کے ایمان لائیں اور اس پر ثابت قدم رہیں۔ حضرت اُمِ حبیبہؓ بنتِ ابوسفیان ایمان لائیں حالانکہ انکے والد ابوسفیان اس وقت بت پرست تھے اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ اُمِ حبیبہؓ اور ان کے شوہر عبداللہ بن جحش کو اسلام لانے کے جرم میں مکہ سے نکال دیا گیا۔ انہوں نے اپنے ایمان کو بچانے کے لیے حبشہ ہجرت کی، مگر وہاں جا کر اُمِ حبیبہؓ کے شوہر نے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی، جو کہ اس وقت حبشہ کا مذہب تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اسکی بیوی بھی اُس کا ساتھ دے، لیکن اُمِ حبیبہ غریب الوطنی کی صعوبتوں کے دوران بھی دینِ حق پر مضبوطی سے قائم رہیں۔

اُمِ کلثومؓ بنتِ عقبہ کا پورا خاندان بت پرست تھا مگر تمام مشکلات اور تکالیف کے باوجود اورانہوں نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر مکہ سے مدینہ ہجرت کی تا کہ اسلام کے زیرِ سایہ اپنے زندگی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فرمانبرداری میں گزار سکیں۔

بہت سی خواتین ایسی تھیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور اس وجہ سے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ان میں بہت نمایاں نام سمیہؓ بنتِ خبیط کا ہے، یہ اسلام کی پہلی شہیدہ تھیں۔ یہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کی والدہ تھیں اور ان کا تعلق قبیلہ مغیرہ سے تھا، جو اُن پر، انکے شوہر یاسرؓ اور بیٹے عمارؓ پر بے پناہ تشدد کرتا تھا۔ لوگ وہاں سے گزرتے اور گواہی دیتے کہ انہیں ان کے بیٹے اور شوہر کے ساتھ مکہ کے تپتے ہوئے صحرا میں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ رسول ﷺ انہیں اِن الفاظ میں تسلی دیتے تھے: ''اے آلِ یاسر! صبر کرو اللہ کی طرف سے تمہارے لیے جنت کا وعدہ ہے''۔ حضرت سمیہؓ بہت بوڑھی اور کمزور تھیں۔ ابو جہل ان لوگوں میں شامل تھا، جو حضرت سمیہؓ پر تشدد کیا کرتا تھا۔ کفار کے بے پناہ تشدد کے باعث آپؓ خالقِ حقیقی سے جا ملیں اور اسلام کی پہلی شہیدہ کہلائیں۔

حضرت حریثہؓ بنتِ المعمل اُمِ عبیس کی بہن تھیں اور زنیرہ الرومیہ کے نام سے مشہور تھیں۔ وہ ایک لونڈی تھیں اور اولین ایمان لانے والوں میں شامل تھیں۔ انہیں مسلمان ہونے کے جرم میں شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ابو جہل انھیں بُرے طریقے سے مارا کرتا تھا۔ ابو جہل تو ہر مسلمان کا دشمن تھا ہی مگر اسوقت حضرت عمر بھی اہلِ ایمان پر سخت تھے۔ حضرت حریثہؓ پر اس قدر تشدد کیا گیا کہ آپؓ کی بینائی زائل ہوگئی۔

جس طرح ان خواتین نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا، اُسی کی مثل آج کی دنیا میں بھی بہت سی مسلم خواتین صبر واستقامت کا مظاہرہ کررہی ہیں، یہ ثابت قدمی اُس طریقے سے ایمان لانے سے آتی ہے جس کا اللہ نے قرآن میں حکم دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم عقل کو استعمال کریں، اس کائنات کی حقیقت کا گہرائی سے مطالعہ کریں اور بالکل قطعی نتیجے پر پہنچیں کہ اس تمام تر کائنات کا ایک ہی خالق ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی

﴿الْاَلْبَابِ﴾

''بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے اور دن رات کے ادل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں'' (آل عمران:190)

اللہ پر کامل یقین ہو جانے کے بعد قرآن کے اللہ کی جانب سے ہونے کا یقین حاصل کرنا بھی لازم ہے۔ قرآن کے الہامی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ یہ ایک معجزہ ہے۔ قرآن کا معجزہ اس کی عربی زبان میں ہے۔ جو کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے چیلنج کیا ہے کہ ''اس قرآن کی کسی ایک سورۃ جیسی سورۃ بنا لاؤ''۔ عرب جنہیں اپنی فصاحت و بلاغت اور زبان دانی پر ناز تھا اور وہ اپنے مقابلے میں باقی دنیا کو کمتر سمجھتے تھے، اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے اور نہ ہی اس کے بعد آج تک کوئی اس چیلنج کا جواب دے سکا ہے۔ قرآن بے شک اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے۔ جو لوگ اللہ کی سچی عبادت کرنا چاہتے ہیں، ان کے لیے یہ کتاب رہنما ہے۔ اور چونکہ محمد ﷺ اس کتاب کو لے کر آئے اس لیے وہ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی قطعی دلیل ہے۔

ایک دفعہ جب کامل یقین کے ساتھ اسلامی عقیدے کو قبول کر لیا جائے اور اسے گہرائی سے سمجھ لیا جائے، تو یہ ہمارے افکار اور اعمال کی مضبوط ترین بنیاد بن جاتا ہے۔ ایک مسلمان کی سوچ اور اس کا ہر عمل اس عقیدے سے ہی نکلتا ہے اور یہ عقیدہ ہی اس کے جذبات و احساسات کو خاص شکل میں ڈھالتا ہے۔ اور اعمال کو پرکھنے کے لیے اس شخص کا پیمانہ حلال و حرام بن جاتا ہے، پس وہ ہر حرام عمل سے رُکتا ہے اور صرف وہی اعمال سرانجام دیتا ہے جو حلال ہیں۔ نتیجتاً وہ مسلمان ایک مضبوط اسلامی شخصیت کا حامل بن جاتا ہے۔

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾

''جو غیر اللہ کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو

ٹوٹنے والی نہیں'' (البقرة: 256)

مسلمان عورت کے لیے تمام تر اسلامی فرائض کی ادائیگی لازمی ہے:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن میں مرد اور عورت (یعنی انسان) کی تخلیق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لیے'' (الذاريات:56)

یہ قرآنی آیت صراحت سے بیان کرتی ہے کہ اللہ سُبحانہ وتعالیٰ انسان سے کیا چاہتا ہے۔ ہمیں صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت (بندگی) کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ ہم اللہ کی عبادت کیسے کر سکتے ہیں؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں قرآن میں بتادیا ہے کہ یہ عبادت اللہ سبحانہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کی فرمانبرداری کے ذریعے اور اپنے آپ کو اسلام کے دائرہ کار تک محدود رکھنے سے ہی ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ اِنِّیٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴾

''اے نبیؐ! ان سے کہہ دو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اسکی بندگی کروں'' (الزمر:11)

﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ﴾

''اور یہ کہ (آپ ﷺ) ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکامات) کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے گا۔ اور ان سے محتاط رہیے گا کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کے

نازل کردہ بعض احکامات کے بارے میں آپ ﷺ کو فتنے میں نہ ڈال دیں'' (المائدہ: 49)

اسلام ایک مکمل دین اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی سخت ملامت کی ہے، جو پورے اسلام کو چھوڑ کر بس اسلام کے کچھ حصے کی پیروی کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾

''کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کرتے ہو؟ اور جو شخص ایسا کرے گا تو دنیا میں اس کے لیے رسوائی ہے اور آخرت کے دن ان لوگوں کو سخت ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔'' (البقرة: 85)

یہ واضح ہے کہ کسی مسلمان کو اجازت نہیں ہے کہ وہ دین کے کچھ حصے پر عمل کرے اور کچھ کو نظر انداز کر دے۔ اسی طرح ایک مسلمان عورت کی مختلف ذمہ داریاں ہیں، وہ ان تمام ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی پابند ہے۔ وہ ایک ایمان والی ہوتی ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادات ذاتی طور پر سرانجام دینا ہیں، یعنی نماز، روزہ، حج وغیرہ۔ انکے علاوہ نوافل، قرآن کی تلاوت اور نفلی روزے، صدقات، یہ اور دیگر نافلہ اعمال اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

وہ ایک بیٹی بھی ہے اور اسی ناطے اُسے اپنے والدین کی اطاعت کے فرض کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ وہ ایک بہن، بھتیجی یا بھانجی، پوتی یا نواسی بھی ہے۔ اور اسے یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا وہ یہ تمام رشتے اسلام کے مطابق نباہ رہی ہے۔

اگر وہ بیوی ہے تو لازم ہے کہ اسے ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں کے بارے میں علم

ہو اور وہ انہیں پورا کرے۔ وہ ماں کے روپ میں اولاد کی پرورش اور تربیت جیسے اہم فرض سے احسن طریقے سے عہدہ برا ہو۔

وہ خلیفہ کی اطاعت کرے گی اگر وہ اسلام کو نافذ کرے گا اور اگر وہ اس فرض میں ذرہ برابر بھی روگردانی کرے گا تو اس کا محاسبہ کرے گی۔

وہ اسکول اور کالج میں پڑھتی ہے۔ وہ بازار سے چیزیں خریدتی ہے۔ یہ تمام تعلقات اور لین دین اسلامی قوانین کے مطابق ہونے چاہیے۔ غرض یہ کہ مسلمان عورت کی زندگی کا کوئی بھی حصہ ایسا نہیں جو اسلامی قوانین سے باہر ہو۔ اسلامی شریعت کا یہ مسلمہ اصول کہ ''ہر عمل شرعی دلیل کا محتاج ہے''، واضح طور پر یہ سمجھ دیتا ہے کہ ہمارے ہر عمل کی بنیاد اسلام ہی ہو۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا:

((وَ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ)) (متفق علیه)

''جو کوئی بھی ایک ایسا عمل کرے جس کے کرنے سے متعلق ہمارا حکم نہ ہو، تو وہ عمل مردود ہے''

قرآن نے مسلمانوں سے اس انداز میں خطاب کیا ہے کہ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو''۔ اس سے مراد صرف مرد نہیں بلکہ مرد و عورت دونوں ہیں۔ اس لیے عورتوں کو الگ سے خطاب کرنے کی ضرورت نہ رہی، کہ کہا جائے ''اے عورتو! جو ایمان لائی ہو''۔ کیونکہ یہ عربی زبان کا اصول ہے کہ جہاں خطاب مردوں سے ہو وہاں عورتیں بھی اس میں شامل ہیں اور جہاں خطاب عورتوں سے ہو تو وہ انہی کے لیے مخصوص ہے۔

پس ہمیں قرآن مجید میں ہمیں جا بجا اس طرح کے جملے ملتے ہیں، ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو''، ''اے لوگو! اپنے جانوں پر ظلم مت کرو''، ''اور کون ہے اُس سے اچھا کہنے والا جس نے پکارا اللہ کو اور وہ نیکی کرتا رہا''، ''اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو اور ان کی جو تم میں سے

اہلِ امر (حکمران) ہیں''، ''نماز ادا کرو اور زکوٰۃ دو''۔ اسی طرح احادیث میں جو جملے ملتے ہیں وہ کچھ یوں ہیں: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے''، ''وہ شخص جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لایا ہے، اگر کہے تو احسن بات کہے یا پھر خاموش رہے''، ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''، ''اپنے اندر سلام کو بہت زیادہ پھیلاؤ''۔ یہ تمام جملے عربی زبان میں مذکر کے صیغے میں آتے ہیں مگر اس میں موئنث کا صیغہ شامل ہوتا ہے۔

اسلام میں بعض احکام صرف مردوں کے لیے اور بعض صرف عورتوں کے لیے ہیں اور بعض احکامات ایسے ہیں جنہیں پورا کرنا مرد اور عورت دونوں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ نماز ادا کرنا، روزہ رکھنا، حج ادا کرنا مرد و عورت دونوں پر فرض ہے۔ مرد کو اللہ نے عورت کے لیے قوّام بنایا ہے، وہ عورت کا محافظ و نگہبان ہے، وہ عورت کو مالِ مہر دینے کا ذمہ دار ہے اور عورت کی گھریلو ضروریات کو پورا کرنے کا ذمہ دار ہے اور طلاق کا حق بھی اسی کے پاس ہے جبکہ عورت کے لیے ایسا نہیں ہے۔ بیوی کی موت یا اس کو طلاق دینے کے بعد مرد کے لیے کوئی عدّت کی مدت مقرر نہیں جبکہ عورت کے لیے عدّت مقرر کی گئی ہے۔ جہاد مردوں پر فرض ہے لیکن عورت پر فرض نہیں ہے۔ مخصوص ایام میں عورت کے لیے نماز کی رخصت ہے اور اس کی قضاء نہیں ہے، جبکہ مرد کا معاملہ مختلف ہے۔ وراثت میں مرد اور عورت کا حق مختلف ہے۔ پردے، ستر اور شہادت کے معاملے میں عورت اور مرد کے احکامات فرق ہیں۔ گویا مرد و عورت کے تمام تر معاملات شریعت کے دائرے میں ہیں اور انکا علم حاصل کرنا ان پر فرض ہے، تاکہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو شریعت کے مطابق ادا کرسکیں۔

ہم یہ عذر پیش نہیں کرسکتے کہ ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا۔ اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اسلام کے مطابق عمل کریں اور ایسے عمل کو مسترد کردیں جو کفر سے ہو۔ اور اسلام کے احکامات کو پورا کرنے کے لیے ان کے متعلق علم حاصل کرنا ناگزیر ہے۔ ہر مرد اور عورت پر اُس علم کا حصول فرضِ عین ہے، جسکا تعلق اسکی ذات اور ضروریات سے ہے۔ بہت سے ایسے فرائض ہیں جن کے

متعلق مسلمان عام طور پر باخبر ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ وہ کچھ فرائض کے متعلق یا تو جانتے ہی نہیں یا وہ انہیں بالکل نظرانداز کرتے ہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ ہم ہر اُس عمل کے متعلق علم حاصل کریں جسکے متعلق ہمیں آخرت میں حساب کتاب دینا ہوگا۔

سچا مسلمان وہی ہے، جس کی شخصیت اسلامی عقیدے پر استوار ہو۔ وہ اسلام کے تمام تر احکامات پر عمل کرے۔ اسکا ہر عمل اور ہر برتاؤ اس بات کی عکاسی کرتا ہو کہ زندگی گزارنے کے متعلق اسکی سوچ نیز اس کے جذبات کا ماخذ صرف اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا﴾

''اور کسی مومن مرد یا مومن عورت کو حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی چیز مقرر کردیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہوگیا'' (الاحزاب:36)

اور فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

''(اے محمد ﷺ) آپ کے رب کی قسم! یہ اس وقت تک ایمان والے نہیں ہوسکتے جب تک یہ آپ ﷺ کو اپنے ہر باہمی اختلافات میں فیصلہ کرنے والا نہ بنالیں، پھر جب آپ ﷺ فیصلہ کردیں تو یہ اپنے اندر کوئی گرانی محسوس نہ کریں، بلکہ اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیں'' (النساء: 65)

باب دوم:

اَمر بِالُمعروف و نَہی عنِ المُنکر

مسلمان عورت پر فرض ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو احکامات ہم پر فرض کیے ہیں ان میں یہ بھی شامل ہے کہ ہم اس بات کو یقینی بنائیں کہ معاشرہ اور زندگی کے ہر پہلو میں اسلام کا نفاذ لازمی ہو۔ معاشرے میں اسلام کے نفاذ کو یقینی بنانے اور ریاست اور معاشرے سے فساد کو دور کرنے کا ایک اہم ذریعہ **امر با لمعروف و نہی عن المنکر** (نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا) ہے۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا مرد و عورت دونوں پر فرض ہے۔ قرآن میں متعدد بار تمام مسلمانوں کو اس فرض کی ادائیگی کا پابند کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ‌ ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيۡعُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ‌ ؕ اُولٰٓـئِكَ سَيَرۡحَمُهُمُ اللّٰهُ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ﴾

"اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ زبردست

حکمت والا ہے‘‘۔ (التوبہ:71-72)

اورارشادفرمایا:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

’’اورتم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جوخیر کی طرف دعوت دے۔ اورامر بالمعروف اورنہی عن المنکر کا کام کرے۔ اوردرحقیقت یہی لوگ کامیاب ہیں‘‘ (آل عمران:104)

اورفرمایا:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾

’’تم بہترین امت ہوجولوگوں کے لیے اٹھائے گئے ہوتم نیکی کاحکم دیتے ہواور برائی سے منع کرتے ہواوراللہ پرایمان رکھتے ہو‘‘ (آل عمران:110)

اورفرمایا:

﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

’’توبہ کرنے والے،عبادت کرنے والے،حمد کرنے والے،روزہ رکھنے والے،رکوع اورسجدہ کرنے والے،نیک باتوں کاحکم دینے والےاور بری باتوں سے روکنے والےاوراللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے،اورایسے مومنین کوآپ خوشخبری دے دیجئے‘‘ (التوبہ:112)

معروف کاحکم دینے اورمنکر سے منع کرنے سے متعلق آیات واحادیث میں حکمرانوں کا محاسبہ بھی شامل ہے۔ کیونکہ یہ نصوص عام ہیں جس میں حکمران اوردیگرلوگ سب شامل ہیں۔

بلکہ حکمرانوں کا محاسبہ اور انہیں نصیحت کرنا ہی دراصل اہم ترین **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر** ہے۔

حکمرانوں کا محاسبہ کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ جائز حکمران کی اطاعت کے واجب ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان اُس کے ایسے عمل پر خاموش رہیں جو منکر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے حکمرانوں کا احتساب کرنے کا حکم دیا ہے اور سختی سے اس بات کا حکم دیا ہے کہ اگر حکمران لوگوں کے حقوق غصب کریں یا عوام سے متعلق عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو پورا نہ کریں یا امت کے معاملات سے غفلت برتیں یا اللہ کے حکموں کو توڑیں یا اللہ کے نازل کردہ احکامات کے علاوہ کوئی اور چیز نافذ کریں تو تمام مسلمان انہیں چیلنج کریں۔ مسلم نے اُم سلمہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ستكون أمراء فتعرفون وتنكرون، فمن عرف برئ، ومن أنكر سلم، ولكن من رضي وتابع))

''عنقریب ایسے امراء ہوں گے جن کے بعض کاموں کو تم معروف پاؤ گے اور بعض کو منکر۔ تو جس نے ان کاموں کو پہچان لیا وہ بری ہوا اور جس نے انکار کیا وہ گناہ سے محفوظ رہا۔ لیکن جو راضی رہا اور تابعداری کی، وہ نہ تو بَری ہوا اور نہ ہی محفوظ رہا۔

دین میں معروف سے مراد اسلام کے فرض احکامات ہیں، اور منکر سے مراد وہ اعمال ہیں جنہیں اسلام نے قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے۔ ایک مسلمان عورت ہونے کے ناطے ہم پر لازم ہے کہ ہم منکر کے خلاف آواز اُٹھائیں اور معروف کی طرف دعوت دیں۔ اور کسی مسلمان مرد و عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ حرام کی موجودگی اور فرض کے عدم نفاذ کو نظر انداز کردے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر اعلیٰ ترین اعمال میں سے ہے:

اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جہاد کی مانند قرار دیا ہے، بلکہ اسے بہترین

جہاد گردانا، جب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر))

''بہترین جہاد جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے'' (احمد)

رسول اللہ ﷺ نے ظالم حکمران کے خلاف جدوجہد کرنے کی ترغیب دی ہے، خواہ اس راہ میں کتنی ہی تکالیف اور اذیتیں برداشت کرنی پڑیں اور خواہ اس کا نتیجہ جان کی قربانی ہی کیوں نہ ہو۔ حاکم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((سيد الشهداء حمزة بن عبد المطلب، ورجل قام إلى إمام جائر فأمره و نهاه فقتله))

''شہداء کے سردار حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ شخص بھی جو جابر حکمران کے سامنے کھڑا ہوا اور اسے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا اور اس حکمران نے اُسے قتل کر دیا'' (الحاکم)

اگر مسلمان برائی پر خاموش رہیں اور اسے ہٹانے یا ختم کرنے کی کوشش نہ کریں تو اللہ نے مسلمانوں کو سخت عذاب کی وعید سُنائی ہے، حضرت حذیفہؓ بن الیمان سے روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((والذي نفسي بيده لتأمرنّ بالمعروف فإن ولتنهَوُنَّ عن المنكر، أو ليوشكنَّ اللّٰه أن يبعث عليكم عقاباً من عنده، ثم لتدعنَّه فلا يستجيب لكم))

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور بالضّرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کر دے، پھر تم اسے پکار ولیکن وہ تمہاری دعا قبول نہ کرے'' (ترمذی)

اور فرمایا:

((لتامرن بالمعروف و لتنهون عن المنكر و لتاخذن على يد الظالم و لتاطرنه على الحق و لتقصرنه على الحق قصرا او ليضربن الله قلوب بعضكم على بعض او ليلعنكم كما لعنهم))

''قسم اس رب کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو اور ظالم کے ہاتھ کو پکڑ و اور حق کی طرف موڑ دو اور اس کو حق پر قائم رکھو، ورنہ اللہ تمہارے قلوب کو آپس میں ٹکرائے گا اور تمہیں اسی طرح عذاب دے گا جس طرح بنی اسرائیل کو دیا تھا'' (ابو داؤد)

ایک اور جگہ رسول ﷺ نے فرمایا:

((ان اللّٰہ عزّوجلّ لا یُعذب العامة بعمل الخاصة ، حتی یروا المنکر بین ظهرانیهم و هم قادرون علی أن ینکروا فلا ینکرونه فإذا فعلوا ذلك عذب اللّٰہ الخاصة و العامة))

''اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو اُن مخصوص لوگوں کی وجہ سے (جو گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں) تب تک سزا نہیں دیتا جب تک وہ اپنے اندر منکر کو ہوتے دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن وہ اسکو نہ روکیں اور اگر وہ ایسا کریں تو اللہ ان خاص لوگوں کے وجہ سے ان عام لوگوں کو بھی سزا دے گا'' (احمد)

ایک مرتبہ خلیفہ عمرؓ بن الخطاب نے مسجدِ نبوی میں اپنے خطبے کے دوران مہر کی رقم مقرر کرنے کا فیصلہ کیا، ایک عورت نے اس پر اعتراض کیا اور حضرت عمرؓ کی تصحیح کی کہ اے عمر! تم مہر کی رقم کس طرح مقرر کر سکتے ہو جبکہ اللہ نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے اعتراف کیا کہ یہ خاتون صحیح ہے اور ان کا فیصلہ غلط ہے اور آپؓ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔ وہ خاتون حضرت عمرؓ سے خوفزدہ نہیں ہوئیں جبکہ وہ خلیفۂ وقت تھے۔ جب اس خاتون نے دیکھا کہ خلیفہ کا فیصلہ غلط ہے تو وہ اس کے خلاف بول اُٹھی، اور اس فرض کو پورا کیا جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں پر لازم کیا ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں جب مسلمان عورتوں نے ذاتی اور معاشرتی زندگی

میں منکرات کی مخالفت میں بے خوف وخطر آواز اُٹھائی۔

کچھ لوگ دوسروں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ ہمیں کسی کے خلاف آواز نہیں اُٹھانی چاہیے بلکہ ہمیں صرف اپنے آپ پر توجہ دینی چاہیے اور ہر اس عمل سے دور رہنا چاہیے جو عدم اتحاد کا موجب ہو اور ہر اس سوچ سے لاتعلق رہنا چاہئے جو جمہور اور اکثریتی رائے کے خلاف ہو، چاہے یہ رائے غلط اور اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ یہ محض بے بنیاد بات ہے، بے شک منکر کو خاموش رہ کر نہیں ہٹایا جا سکتا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی پر امتِ مسلمہ کا اکٹھا ہونا شر کا باعث ہے۔ امت کا اکٹھا ہونا صرف اسلامی عقیدہ اور اللہ کے نازل کردہ احکامات کی اطاعت پر ہونا چاہیے۔

چنانچہ آج ایک مسلمان عورت کو امر بالمعروف و نھی عن المنکر کو اس طریقے سے سرانجام دینا ہے جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے اور ان مثالوں کی پیروی کرنی ہے، جو سابقون الاولون نے اس فرض کی ادائیگی میں قائم کیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے، تو ایک دن وہ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعریف کے بعد فرمایا: ''لوگو تم اس آیت کی تلاوت کرتے ہو: ﴿يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ﴾ "اے ایمان والو! تم پر اپنی جان کی فکر لازم ہے، تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو'' (المائدہ:105) ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم اس آیت کی غلط تشریح کرتے ہو، کیونکہ بے شک میں نے نبی ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے، ((ان الناس اذا راوا المنکر و لا یغیرونہ یوشک اللہ عز و جل ان یعمھم بعقابہ)) ''وہ لوگ جو برائی کو ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اس کو تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کرتے، عنقریب اللہ ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا'' (احمد)۔

باب سوم:

اسلامی ریاست کے قیام کا فریضہ

آج کے دور کا سب سے بڑا منکر جس کا مسلم امت کو سامنا ہے وہ مسلمانوں پر کفریہ قوانین اور نظاموں کا نفاذ ہے۔ آج مسلمان اسلامی ریاستِ خلافت سے محروم ہیں جس کے ذریعے اسلام کے تمام تر نظاموں کا نفاذ ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست کا قیام اہم ترین معروف ہے۔ ریاستِ خلافت کے قیام سے مسلمان زندگی کے ہر معاملے کو اسلام کے احکامات کے مطابق استوار کرتے ہیں اور یوں اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ ریاستِ خلافت ہی دینِ اسلام کی حفاظت کرتی ہے اور اسلام کی دعوت پوری دنیا تک پہنچاتی ہے۔

ریاستِ خلافت کی غیر موجودگی میں، ہم ایسے معاشرے میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں جہاں انسان کے بنائے ہوئے قوانین نافذ ہیں، جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کو پسِ پشت ڈال دیا گیا ہے اور اسے محض انفرادی معاملات تک محدود کر دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ ذاتی معاملات جن میں مسلمان دین پر عمل کر سکتے ہیں وہ بھی روز بروز محدود ہوتے جا رہے ہیں۔ اور ریاستِ خلافت کی عدم موجودگی میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلم ممالک پر مسلط ایجنٹ حکمران دینِ اسلام کی دھجیاں اڑاتے ہیں اور اسکی ایسی تشریح کرتے ہیں کہ جس سے کفار راضی ہوں۔ انہیں اللہ کے غیض وغضب سے زیادہ کفار کا خوف ہے اور انہوں نے کفار کو امت پر غلبہ حاصل کرنے اور مسلمانوں کے وسائل کو لوٹنے کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔

ریاستِ خلافت کی عدم موجودگی میں کفار کھلم کھلا اسلام اور مسلمانوں کے تقدسات کا مذاق اڑا رہے ہیں اور انہیں جواب دینے والا کوئی نہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں تسلسل کے ساتھ اور نہایت دیدہ دلیری سے گستاخی کر رہے ہیں، وہ قرآنِ مجید کو گندگی کی جگہ پر پھینکتے ہیں، مسلمان عورتوں کے شرعی لباس کو تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں، مساجد کے میناروں کی تعمیر پر پابندی عائد کرتے ہیں، یہاں تک کہ اپنے کرپٹ تصورات کو مسلمانوں کی عبادات میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ امریکہ میں ہوا جہاں نماز میں مرد و زن کی جماعت کے لیے عورت کی امامت کا شوشا کھڑا کیا گیا۔ افسوس آج مسلمانوں کے پاس وہ ریاستِ خلافت موجود نہیں جس کا حکمران خلیفہ مسلمانوں کی ڈھال ہوتا ہے اور جو کفار کو ان کی حرکتوں کا منہ توڑ جواب دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّمَاالاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِن وَّرَائِهِ وَيُتَّقٰى بِه))

''بے شک خلیفہ وہ ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے تحفظ حاصل ہوتا ہے'' (مسلم)

بلاشبہ آج اسلام کا وہی حال ہو چکا ہے جس کا رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس حدیث میں ذکر فرمایا:

((لَيُنْقَضَنَّ عُرَى الْإِسْلَامِ عُرْوَةً عُرْوَةً فَكُلَّمَا انْقَضَتْ عُرْوَةٌ تَشَبَّثَ النَّاسُ بِالَّتِي تَلِيهَا وَ اَوَّلُهُنَّ نَقْضًا الْحُكْمُ وَ آخِرُهُنَّ الصَّلَاةُ))

''اسلام کی گرہیں ایک ایک کر کے کھلتی جائیں گی۔ جب ایک گرہ کھلے گی تو لوگ اگلی گرہ کو پکڑ لیں گے۔ سب سے پہلی گرہ جو کھلے گی وہ اسلام کے ذریعے حکمرانی کی گرہ ہوگی اور آخری گرہ جو کھلے گی وہ نماز کی ہوگی''۔ (مسند احمد)

چنانچہ جب 1924ء میں برطانیہ نے اپنے ایجنٹ مصطفیٰ کمال اتاترک کے ذریعے

خلافت کوختم کر دیا تو اسلام کے ذریعے حکمرانی کی گرہ کھولی دی گئی اور پھر نتیجتاً دوسری گرہیں بھی کھلتی چلی گئیں اور آج اسلام کا کوئی حکم معاشرے میں اُس طرح سلامت نہیں رہا جیسا اسلام نے مسلمانوں کوحکم دیا ہے۔

پس آج امتِ مسلمہ کے ہر مرد وعورت پر فرض ہے کہ وہ اسلامی ریاستِ خلافت کی واپسی کے لیے بھرپور کوشش کرے جوامتِ مسلمہ پر اسلام کی حکمرانی کو قائم کرے اور کفر کی بالادستی کا خاتمہ کرے۔

اسلام کے ذریعے حکمرانی:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن میں واضح طور پر مسلمانوں کوحکم دیا ہے کہ وہ اسلام ہی کے ذریعے حکمرانی کریں اور اللہ کے نازل کردہ احکامات کے علاوہ کسی اور قانون کے ذریعے حکمرانی نہ کریں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَ هُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ﴾

''اور یہ کہ (آپ ﷺ) ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکامات) کے ذریعے حکمرانی کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے گا۔ اور ان سے محتاط رہیے گا کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ بعض (احکامات) کے بارے میں آپ ﷺ کو فتنے میں نہ ڈال دیں'' (المائدہ: 49)

اور فرمایا:

﴿ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَاسِقُوۡنَ ﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے ذریعے حکمرانی نہ کرے تو ایسے لوگ ہی فاسق

ہیں۔'' (المائدہ: 47)

اسلام کے ذریعے حکمرانی کا حکم دراصل ریاستِ خلافت کے قیام کا حکم ہے کیونکہ ریاستِ خلافت کے ذریعے ہی اسلام کی حکمرانی قائم ہوتی ہے اور اسلام کے قوانین مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن حیثیت اختیار کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((کَانَتْ بَنُوْ اِسرَائِیلَ تَسُوسُھُمُ الانبِیَاءُ ، کُلَّمَاھَلکَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ نَبِیٌّ ، وَاِنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعدِی ، وَسَتَکُونُ خُلَفَاءُ فَتَکثُرُ ، قَالُوا: فَمَا تَأمُرُنَا؟ قَالَ: فُوْا بِبَیْعَةِ الاَوَّلِ فَالاَوَّلِ))

''بنی اسرائیل کے امور کی دیکھ بھال انبیاء کرتے تھے۔ جب کوئی نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ لے لیتا، جبکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، بلکہ بڑی کثرت سے خلفاء ہوں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا: آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ایک کے بعد دوسرے کی بیعت کو پورا کرو'' (مسلم)

اسی بنا پر تمام فقہاء و آئمہ مجتہدین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ خلافت کا قیام مسلمانوں پر فرض ہے۔

- امام جزیری (508ھ) **الفقه علی المذاهب الاربعة** میں فرماتے ہیں: ''چاروں امام (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) اس بات پر متفق ہیں کہ امامت (خلافت) ایک فرض ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ایک امام (خلیفہ) کا انتخاب کریں جو دین کے احکامات نافذ کرے اور مظلوموں کو ظالموں کے خلاف انصاف فراہم کرے۔ مسلمانوں کے لئے دنیا میں بیک وقت دو اماموں (خلفاء) کا ہونا حرام ہے خواہ ایسا باہمی رضامندی سے ہو یا تنازع کے نتیجے میں''۔

- امام قرطبی سورۃ البقرۃ کی آیت 30 کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ آیت امام اور خلیفہ کے انتخاب کے

لئے ماخذ ہے، جس کو سنا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے۔ کیونکہ اسلامی دنیا اس کے ذریعے وحدت اختیار کرتی ہے اور خلافت کے قوانین اس کے ذریعے سے نافذ ہوتے ہیں۔ اور اس کے فرض ہونے میں امت اور آئمہ کرام کا کوئی اختلاف نہیں ماسوائے معتزلہ کے۔''

- امام نووی **شرح مسلم** جلد 12 صفحہ 205 میں کہتے ہیں: ''علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں پر خلیفہ کی تقرری فرض ہے''

- امام غزالی ''**الاقتصاد فی الاتقاد** ''صفحہ 240 میں خلافت کے خاتمے کے ممکنہ نتائج بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''قاضی معطل ہو جائیں گے، ولایات (صوبے) ختم ہو جائیں گے، اختیارات کے حامل افراد کے فیصلوں پر عملدرآمد رک جائے گا اور تمام لوگ حرام کے دہانے پر پہنچ جائیں گے۔''

- امام ابنِ حزم (452ھ) ''**فصل من النهال**'' جلد 4 صفحہ 87 میں کہتے ہیں: ''تمام اہل السنہ کا اتفاق ہے کہ امامت (خلافت) کا قیام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اور ان پر فرض ہے کہ وہ احکامِ الٰہیہ کے نفاذ کے لئے ایک امام (خلیفہ) تلے رہیں جو ان کی احکامِ شرعیہ کے مطابق قیادت کرے۔''

- امام بغدادی (463ھ) ''**کتاب الفَرق بین الفِرق** ''صفحہ 210 میں رقمطراز ہیں: ''امت پر امامت (خلافت) فرض ہے تاکہ شریعت کے نفاذ اور اطاعت کے لئے امام مقرر کیا جاسکے۔''

- امام ماوردی ''**احکام السلطانیه**'' صفحہ 56 میں کہتے ہیں: ''امام (خلیفہ) مقرر کرنا فرض ہے۔''

- امام ابنِ تیمیہ اپنی کتاب **سیاسة الشرعیة** کے باب ''حکمران کی اطاعت کی فرضیت'' میں

فرماتے ہیں: ''یہ جاننا فرض ہے کہ عوام الناس پر حکومتی اختیارات کا حامل عہدہ یعنی خلافت کا عہدہ دین کے اہم ترین فرائض میں سے ایک ہے۔ درحقیقت دین کا نفاذ اس کے بغیر ناممکن ہے۔ یہی سلف آئمہ کرام مثلاً فضل بن عیاض اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کی رائے ہے۔''

- ابنِ خلدون ''المقدمه'' کے صفحہ 210 پر کہتے ہیں: ''امام کی تقرری فرض ہے جو صحابہ کرام اور تابعین کے اجماع کی وجہ سے ہر ایک کو معلوم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ مقرر کرنے میں جلدی کی۔ اس کے بعد ہر عہد میں مسلمانوں کا خلیفہ رہا اور وہ کسی بھی دور میں حالت انتشار اور افرتفری میں نہ رہے (یعنی خلیفہ کے بغیر نہیں رہے)۔ اسے ہمیشہ علماء کا اجماع سمجھا گیا ہے کہ امام (خلیفہ) کی تقرری فرض ہے۔''

- امام ابو عبداللہ بن مسلم دینوری (276ھ) ''امامة والسیاسة'' میں لکھتے ہیں: ''خلافت دین و دنیا کے تمام معاملات میں مسلمانوں کے لئے اعلیٰ ترین اتھارٹی ہے۔''

- امام عبدالحامد بن یحییٰ بن سعید العامری (132ھ) ''رسالة فی نصیحة و لی العهد'' میں کہتے ہیں: ''خلافت بہترین زیور ہے جو انمول ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کی پناہ گاہ ہے''۔

اسلامی ریاست کے قیام کا طریقہ:

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلامی ریاست کا قیام فرض ہے تو ہمیں اس فرض کو پورا کرنے کے طریقۂ کار کے لیے شریعت ہی کی طرف رجوع کرنا ہو گا کیونکہ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی ریاست کے قیام کا تو حکم دیا ہے اور اس کے لیے کوشش کرنے کو مسلمانوں پر فرض بھی قرار دیا ہے لیکن اس کے قیام کے طریقے کو مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہو، بلکہ شرع نے اسلامی ریاست کے قیام کا طریقہ بھی واضح کر دیا ہے۔ اس کی تفصیلات یہ ہیں:

منظّم جماعت کا قیام:

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف دعوت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو سرانجام دینے کے لیے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ مسلمانوں میں کم ازکم ایک گروہ یا جماعت ضرور ہونی چاہئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

''اور تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی طرف دعوت دے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' (آل عمران: 104)

یہ آیت ایک منظّم گروہ یا جماعت کے قیام کی فرضیت کے لیے دلیل ہے، اور اس گروہ کی نوعیت اور اسکے کام کی وضاحت کرتی ہے۔ لفظ ''اُمَّةٌ'' کا اس آیت میں مطلب ایک گروہ، حزب یا جماعت ہے۔ ''الخیر'' کا مطلب پورا اسلام ہے۔ اس لئے دعوت پورے اسلام کی طرف ہونی چاہئے نہ کہ اسلام کے کچھ حصے کی طرف۔ اور پورا اسلام ایک اسلامی ریاستِ خلافت کے قیام کے ذریعے ہی معاشرے میں وجود میں آتا ہے، کیونکہ تمام اسلامی احکامات کو صرف اسلامی ریاست ہی نافذ کرتی ہے۔ لہٰذا اس آیت کی رو سے ریاستِ خلافت کی عدم موجودگی میں اس جماعت کی دعوت کا محور ریاستِ خلافت کا قیام ہونا چاہئے۔ کیونکہ اسلام میں کچھ احکامات ایسے ہیں جو انفرادی طور پر سرانجام دیے جاسکتے ہیں، جیسا کہ نماز اور روزہ وغیرہ۔ جبکہ بہت سے ایسے احکامات ہیں جو انفرادی طور پر ادا نہیں کئے جاسکتے جیسا کہ حدود اللہ کا نفاذ، اسلام کو پھیلانے کے لیے جہاد کرنا، معاشرے کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا۔ مندرجہ بالا آیت میں اسلام کی طرف دعوت کے حکم میں یہ احکامات بھی شامل ہیں۔ پس یہ دعوت ریاست کے قیام کی طرف دعوت ہوگی، کیونکہ حدود اللہ کے نفاذ اور جہاد جیسے احکامات ریاستِ خلافت کے قیام سے ہی پورے ہوتے ہیں۔

اس آیت کی رو سے ایک جماعت کا کام یہ بھی ہے کہ وہ معروف (نیکی) کا حکم دے اور منکر (برائی) سے منع کرے۔ اور یہ عام حکم ہے جس میں حکمرانوں کو معروف کا حکم دینا اور انہیں منکر سے منع کرنا بھی شامل ہے، بلکہ حکمرانوں کو معروف کا حکم دینا اور منکر سے منع کرنا اہم ترین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ پس جب ریاست موجود ہو تو یہ جماعت لوگوں کے امور کی دیکھ بھال میں کوتاہی اور اسلام کے غلط نفاذ پر حکمرانوں کا محاسبہ کرتی ہے۔ جبکہ ریاست کی عدم موجودگی میں وہ اسلام کے عدم نفاذ پر حکمرانوں کا محاسبہ کرتی ہے اور دین کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرتی ہے۔

پورے اسلام کی طرف دعوت دینا اور حکمرانوں کو معروف کا حکم دینا اور منکر سے منع کرنا دراصل سیاسی کام ہے۔ یہ سیاسی کام اس لیے ہے کیونکہ اسلام کے نفاذ کا تعلق حکمرانی سے ہے، نیز حکمرانوں کا محاسبہ ایک سیاسی عمل ہے۔ گویا یہ آیت سیاسی گروہوں کے قیام کا مطالبہ کر رہی ہے، جو امت کو اسلام کے کامل نفاذ کی دعوت دیں، حکمرانوں کا محاسبہ کریں اور دین کو قائم کرنے کا مطالبہ کریں۔ پس اس آیت میں بیان کردہ حکم ایسے گروہوں کے قیام سے پورا نہیں ہوسکتا جو محض افراد کی اصلاح کا کام کریں اور سیاست سے کنارہ کشی اختیار کریں۔

اسلام میں سیاست کے معنی ہیں اُمت کے امور کی دیکھ بھال کرنا اور اسلام کے ذریعے امت کے مفادات کی نگرانی کرنا۔ یہ اس مفہوم اور تصور کے برعکس ہے جو کہ موجودہ دور میں سیاست کے بارے میں عمومی طور پر پایا جاتا ہے، یعنی"سیاست ایک گندی چیز ہے جس میں محض جھوٹ اور دھوکہ دہی ہوتی ہے"۔ سیاست کا یہ تصور موجودہ کرپٹ سیاست کا نتیجہ ہے جس کا امت ہر روز مشاہدہ کرتی ہے اور مسلم ممالک میں رائج یہ سیاست مغربی طرزِ سیاست کا ہی عکس ہے۔

یہاں یہ جاننا اہم ہے کہ گروہ یا جماعت قائم کرنے کے شرعی دلائل اس کام کو صرف

مردوں تک محدود نہیں کرتے چنانچہ یہ کام خواتین پر بھی فرض ہے۔

جماعت کا طریقہ کار:

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ آج اسلام کی طرف دعوت دینے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بنیاد پر قائم جماعت یا گروہ کے لیے لازم ہے کہ اس کا ہدف اسلامی ریاست کا قیام ہو۔ لہٰذا اس گروہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی ریاست کے قیام کی دعوت کے لیے ان شرعی احکامات پر عمل کرے جو اس دعوت کی ذمہ داری اٹھانے سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ماخوذ ہیں اور جن کی پیروی ہم پر فرض ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ بہترین نمونہ ہیں؛ اس شخص کے لیے، جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔“ (الاحزاب:21)

اور فرمایا:

﴿وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

”اور رسول تمہیں جس چیز کا بھی حکم دیں اسے اختیار کرلو۔ اور جس چیز سے منع کر دیں، اس سے رک جاؤ۔“ (الحشر:7)

چونکہ مسلمان آج ایسی صورتِ حال میں زندگی بسر کر رہے ہیں جب اللہ کے نازل کردہ احکامات کو پسِ پشت ڈال کر کفر یہ احکامات کے ذریعے حکمرانی کی جارہی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے علاقوں کی نوعیت ویسی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت مکہ کی تھی۔ پس دعوت کی ذمہ داری اٹھانے میں اسی دور کی سیرت کو مشعلِ راہ بنایا جائے۔

مکی دور سے مدینہ میں ایک اسلامی ریاست کے قیام تک کی سیرت پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس دوران کچھ مخصوص اور واضح مراحل سے گزرے اور آپ ﷺ نے کچھ مخصوص اور واضح اعمال سرانجام دیئے، جو کہ یہ ہیں:

1) **تثقیف کا مرحلہ (culturing stage)**: جس کی مدت سورہ المدثر کی پہلی تین آیات کے نزول کے بعد تین سال تھی۔ اس مرحلے میں رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے، اور جو لوگ دینِ اسلام کو قبول کرتے تھے ان میں مضبوط ایمان کو تعمیر کرتے تھے۔ اس طرح صحابہ کرام کا ایک گروہ تیار ہو گیا جن کی تثقیف (culturing) اسلامی افکار پر کی گئی۔

2) **تفاعل کا مرحلہ (Interaction stage)**: اس کا آغاز سورۃ الحجر کی آیت نمبر 94 کے نازل ہونے پر ہوا، جب پہلے تین سال کی خفیہ دعوت کے بعد آپ ﷺ نے اس کام کو ظاہر کر دیا۔ آپ ﷺ نے قریش کو صفا پر بلایا اور انہیں بتایا کہ آپ ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور آپ ﷺ نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ یوں آپ ﷺ اپنی دعوت کو مختلف جماعتوں کے سامنے اسی طرح پیش کرنے لگے جس طرح اس سے قبل آپ افراد کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ رسول ﷺ کی جماعت نے کھلم کھلا اپنی موجودگی کا اس انداز سے کیا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کی قیادت میں اس جماعت نے دو قطاروں میں کعبہ کے گرد طواف کیا۔

اس مرحلے میں رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے معاشرے میں فکری اور سیاسی جدوجہد کی۔ پس آپ نے قریش کی کج روی، خرابی اور غلطی بیان کرتے ہوئے اُس وقت کے غلط عقائد اور افکار کے خلاف جدوجہد کی۔ اس دوران برابر آیات نازل ہوتی رہیں اور وہ تمام جرائم، جن کا قریش ارتکاب کرتے تھے مثلاً سود خوری، بچیوں کو زندہ درگور کرنا، ناپ تول میں کمی، زنا کاری وغیرہ کو، سختی سے نشانہ بنایا گیا۔ اسی طرح بہت سی آیات قریش کے سرداروں اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے خلاف سازشوں سے پردہ اٹھانے کے لیے نازل ہوئیں۔

اور اسی مرحلے میں رسول اللہ ﷺ نے طلبِ نصرۃ کا کام کیا، جس میں رسول ﷺ عرب کے متعدد قبیلوں کے پاس گئے اور اسلامی ریاست کو قائم کرنے کے لیے ان سے مادی قوت کا مطالبہ کیا۔ اور بالآخر مدینہ کے اوس اور خزرج قبائل نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔

3) **حکمرانی کا مرحلہ**: یہ وہ مرحلہ ہے جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے اوس اور خزرج قبائل کی نصرت کے نتیجے میں مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست قائم کی جس کے حکمران آپ خود تھے۔

حزب التحریر رسول اللہ ﷺ کے طریقۂ کار پر کاربند ہے:

حزب التحریر ریاستِ خلافت کے قیام کے لیے رسول ﷺ کے اس طریقۂ کار پر کاربند ہے جسے اوپر بیان کیا گیا۔ پس جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے معاشرے کے غلط افکار کو نشانہ بنایا، اسی طرح حزب التحریر آج مسلمانوں پر نافذ کفریہ سرمایہ دارانہ نظام نیز معاشرے میں موجود غلط افکار و تصورات کے خلاف فکری جنگ کر رہی ہے تاکہ ان کی کج روی، غلطی اور اسلام کے ساتھ ان کے تضاد کو آشکار کیا جائے۔ چنانچہ حزب جمہوریت، وطنیت، سرمایہ دارانہ معاشی افکار کو سختی سے تنقید کا نشانہ بناتی ہے اور اس ضمن میں نہ تو نرمی برتتی ہے اور نہ ہی سستی اور چشم پوشی سے کام لیتی ہے، بلکہ حزب ہر اس چیز کو چیلنج کرتی ہے، جو اسلامی افکار کے خلاف ہو۔

اور جس طرح رسول اللہ ﷺ نے قریش کے سرداروں کو بے نقاب کیا اسی طرح حزب التحریر امتِ مسلمہ پر مسلط حکمرانوں کے خلاف سیاسی جدوجہد کر رہی ہے۔ ان ایجنٹ حکمرانوں کو چیلنج کرنا، اُن کی خیانتوں اور استعماری ریاستوں کے ساتھ ان کے گٹھ جوڑ کو بے نقاب کرنا اور امت کے معاملات سے غفلت برتنے اور اسلام کو پسِ پشت ڈالنے پر ان کا محاسبہ کرنا اس سیاسی جدوجہد کا حصہ ہیں۔

ان اعمال کا مقصد یہ ہے کہ امت کو فاسد تصورات، غلط اور کفریہ افکار کے اثر سے آزاد کیا جائے۔ لوگوں کے جذبات و احساسات اسلام کی بنیاد پر استوار ہو جائیں، اسلامی افکار اور

احکامات لوگوں کے درمیان عام ہو جائیں، یوں معاشرے میں ایک ایسی رائے عامہ تیار ہو جائے کہ جو معاشرے کو اسلام کے نفاذ اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے پر آمادہ کر دے اور حزب اسلام کے نفاذ میں امت کی رہنمائی کرے۔

منہج نبوی ﷺ سے یہ امر واضح ہے کہ محض رائے عامہ اور جذبات و احساسات کی تبدیلی نظام کی تبدیلی کے لیے کافی نہیں بلکہ اس کے لئے بہر حال ان عناصر سے مادی مدد و نصرت درکار ہوتی ہے جو ایک معاشرے میں نظام کو نافذ کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ حزب عوام کو سیاسی طور پر متحرک کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں اہلِ قوت عناصر کو پرزور انداز میں خلافت کے قیام میں مدد و نصرت دینے کے لئے پکار رہی ہے کہ وہ حزب کو خلافت کے قیام کے لیے عملی نصرت و مدد فراہم کریں اور ان استعماری ایجنٹوں سے امت کو نجات دلانے کے لیے حرکت میں آئیں۔

الحمدللہ آج صورتِ حال یہ ہے کہ خلافت کی پکار پوری مسلم دنیا میں وسیع پیمانے پر پھیل چکی ہے اور امت میں اسلام کے مکمل نفاذ کی خواہش ہر دن مضبوط سے مضبوط تر ہو رہی ہے۔ اور حزب اپنی ان کوششوں کو اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھتے ہوئے سنجیدگی، استقامت و مستقل مزاجی کے ساتھ سرانجام دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ حزب کو کامیابی و کامرانی اور نصرت سے نوازے گا اور امتِ مسلمہ کو ایک مرتبہ پھر اسلامی ریاست کے سائے تلے زندگی بسر کرنا نصیب ہوگا۔ انشاءاللہ وہ وقت اب دور نہیں۔ اور اس روز مؤمن اللہ کی نصرت سے خوش ہوں گے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ احکامِ شرعیہ کے مطابق یہ جائز نہیں کہ اسلامی ریاست کے قیام کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں اور ریاستی اداروں اور افراد کو عسکری انداز میں نشانہ بنایا جائے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ موجودہ کرپٹ سیاسی نظام میں شمولیت اختیار کی جائے، خواہ وہ نظام جمہوریت ہو یا آمریت۔ پس حزب التحریر کے طریقہ کار میں ان اعمال کی کوئی گنجائش نہیں۔

باب چهارم:

حزب التحریر کا تعارف

حزب التحریر ایک سیاسی جماعت ہے جس کی آئیڈیالوجی اسلام ہے۔ حزب التحریر کا مقصد امتِ مسلمہ کو کفریہ افکار، کفریہ نظاموں اور کافر ریاستوں کے تسلط واثرورسوخ سے آزاد کرانا، اسلام کے نظام ہائے حیات کو زندگی میں واپس لانا اور اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک پھیلانا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان دوبارہ سے اپنی زندگی اس حال میں بسر کریں کہ ان کا معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ ہو۔ یعنی مسلمانوں کی ریاستِ خلافت موجود ہو جس میں زندگی کے تمام تر معاملات کو اسلام کے احکامات کے مطابق استوار کیا جائے۔ اور اس طریقے سے ہی امتِ مسلمہ پستی کے گڑھے سے نکل سکے گی۔

حزب التحریر کی رکنیت:

ہر مسلمان مرد اور عورت حزب التحریر کا رکن بن سکتا ہے خواہ اس کی زبان اور رنگ ونسل کوئی بھی ہو اور اس کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو۔ جب کوئی حزب التحریر کی دعوت پر حزب میں شمولیت اختیار کرنا چاہے تو جماعت میں اس کی شمولیت کی بنیاد اُس کے اسلامی عقیدے پر یقین اور حزب کی اسلام سے اخذ شدہ ثقافت کو مکمل طور پر اپنانے پر ہے۔

حزب میں عورتوں کی تنظیم سازی مردوں سے الگ ہوتی ہے اور اُن کا تعلق دوسری

عورتوں یا ان کے شوہر یا پھر ان کے دیگر محارم کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔

نظامِ خلافت کا نقشہ:

حزب التحریر کی دعوت فقط نعروں پر مشتمل نہیں بلکہ حزب نے اس نظامِ خلافت کا ایک مکمل خاکہ تیار کیا ہے، جسے وہ قائم کرنا چاہتی ہے، اور یہ خاکہ کئی ضخیم کتابوں کی شکل میں موجود ہے۔ حزب کی شائع کردہ کتابوں میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

ریاستِ خلافت کی حکومتی وانتظامی تنظیم

اسلام کا نظامِ حکومت

اسلام کا معاشرتی نظام

اسلام کا معاشی نظام

ریاستِ خلافت کا مالیاتی نظام

اسلام کا سزاؤں کا نظام

اسلام کے گواہی سے متعلق قوانین

مقدمۂ دستور

حزب التحریر کی کتابیں حزب التحریر کی ویب سائیٹ www.hizb-ut-tahrir.org سے ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہیں۔

حزب التحریر کی مختصر تاریخ:

حزب التحریر کا قیام 1953ء بمطابق 1372ھ میں عمل میں آیا۔ اس کے بانی علامہ

تقی الدین النبہانی تھے، جو اپنے دور کے معروف مجتہد اور بیت المقدس میں قاضی اور ایک قابل سیاست دان تھے۔ ان کا تعلق ایک معروف علمی گھرانے سے تھا۔ آپ کے والد اور والدہ دونوں ماہرِ قانون تھے۔ شیخ تقی کے نانا یوسف بن اسماعیل بن یوسف النبہانی معروف عالم دین، شاعر اور خلافتِ عثمانیہ میں قاضی کے عہدے پر فائز تھے۔ شیخ تقی الدین 1953ء سے لے کر 1977ء تک حزب التحریر کی قیادت کرتے رہے۔

1977ء میں شیخ تقی الدین النبہانی کی وفات کے بعد شیخ عبدالقدیم زلّوم حزب التحریر کے دوسرے امیر مقرر ہوئے۔ اللہ کی مدد سے آپ کی قیادت تلے حزب التحریر کا دائرہ کار پوری دنیا میں تیزی سے پھیلا اور لاکھوں لوگ اس میں شامل ہو گئے اور اس کے سپورٹرز کی تعداد کروڑوں تک پہنچ گئی۔ چنانچہ ان کی قیادت میں حزب التحریر مسلم ممالک سمیت دنیا کے چالیس سے زائد ممالک میں پھیل گئی اور حزب التحریر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سیاسی جماعت بن گئی، جو خلافت کے قیام کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔ 2003ء میں شیخ عبدالقدیم زلوم کا انتقال ہوا۔

حزب التحریر کے موجودہ امیر شیخ عطا ابو رشتہ نے اپنی ذمہ داریاں 2003ء میں سنبھالیں۔ ان کا تعلق بھی فلسطین سے ہے۔ آپ ایک معروف عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ سول انجینئر بھی ہیں۔ آپ اُردن میں حزب التحریر کے ترجمان بھی رہے اور اس دوران ظالم حکمرانوں کی طرف سے آپ کو کئی بار جیل کی تکالیف برداشت کرنا پڑیں، فقط اس بات پر کہ آپ بے باکی سے کلمہ حق ادا کرتے تھے۔

خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کی پکار مسلم دنیا کے ہر گوشے میں گونج رہی ہے۔ 2007ء میں حزب التحریر نے انڈونیشیا کے شہر جکارتہ میں، دنیا کے دسویں بڑے سٹیڈیم میں، خلافت کے دوبارہ قیام کے سلسلہ میں سب سے بڑی کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں ایک لاکھ سے

زائد لوگوں نے شرکت کی۔ 2009ء میں حزب التحریر نے انڈونیشیا میں ہی عالمی علماء کانفرنس منعقد کی جس میں دنیا بھر سے 6000 سے زائد علماء نے شرکت کی۔ 2010ء میں حزب التحریر نے لبنان میں عالمی میڈیا کانفرنس منعقد کی جس میں اسلامی دنیا کے سیاست دانوں اور میڈیا نمائندوں کو مدعو کیا گیا اور ان کے سامنے دنیا کے اہم ترین عالمی اور علاقائی مسائل کے متعلق حزب التحریر کا نقطۂ نظر پیش کیا گیا۔

باب پنجم:

اسلامی دعوت پہنچانے میں مسلم عورت کا کردار

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾
''اپنے رب کے راستے کی طرف عقلی دلیل اور عمدہ نصیحت سے بلاؤ اور ان سے احسن طریقے سے بحث کرو''۔(النحل:125)

دعوت کے احکامات:

دعوت کو پہنچانے کا کام کئی اعمال کا مجموعہ ہے، لہٰذا دعوت کو پہنچانے کی ذمہ داری سے بہت سے شرعی احکامات منسلک ہیں اور یہاں پر ہم چند ایک کا ذکر کریں گے:

(1) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عورت پر اسکی صلاحیت اور استطاعت کے مطابق اسی طرح فرض ہے جس طرح کہ مرد پر۔

(2) حکمرانوں کا احتساب امر بالمعروف اور نہی عن لمنکر کا اہم جزو ہے۔ اور یہ مرد اور عورت، دونوں پر فرض ہے۔

(3) اسلامی ریاست کے قیام کے لیے، یعنی خلافت کی واپسی کے لیے کام کرنا، تا کہ حکمرانی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق ہو۔ اور اس سلسلے میں مسلمانوں کو اسلام کے احکامات سے آراستہ کرنا اور کفریہ تصورات اور گمراہی کے خلاف جدوجہد کرنا، مرد اور عورت دونوں

پر یکساں فرض ہے۔

(4) ایک گروہ یا جماعت، جو صرف اور صرف اسلام کی آئیڈیالوجی پر قائم ہو میں شمولیت اختیار کرنا مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر یکساں فرض ہے۔

مندرجہ بالا تمام امور شرعی نصوص کی بنیاد ہیں، جو عورت اور مرد دونوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ ایسے احکامات ہیں جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں وہ یہ ہیں:

1) ایک عورت کے لیے اپنے ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلنا منع ہے، خواہ وہ ولی اُسکا باپ ہو، بھائی ہو یا شوہر ہو وغیرہ ہو۔

2) اگر ایک عورت کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی دوسر محرم موجود نہیں تو اس عورت کے لیے ایسی پرائیوٹ جگہ پر جانا منع ہے جہاں اجنبی مرد موجود ہوں۔

3) عام طور پر امیر کی اطاعت اُنہی معاملات میں فرض ہے جس کا تعلق اس ذمہ داری سے ہے کہ جس پر اسے امیر بنایا گیا ہے، خواہ وہ فوج کا سربراہ ہو، حکمران ہو، سفر کے دوران امیر ہو یا جماعت کا لیڈر ہو۔ جبکہ عورت کے لیے والد یا شوہر کی اطاعت بھی فرض ہے۔ پس اگر ایک عورت ایک جماعت میں شامل ہوتی ہے اور جماعت کا امیر اُسے ایک عمل کی ادائیگی کے لئے کہتا ہے جبکہ اس کا ولی (سرپرست) اسے دوسرا عمل کرنے کو کہتا ہے۔ اس صورتحال میں اسے اپنے سرپرست کا حکم ماننا ہوگا، اگر وہ عمل قطعی طور پر گناہ نہ ہو اور وہ یہ جانتی ہو کہ یہ گناہ کا کام نہیں ہے۔

دعوت کی سرگرمیاں:

اسلامی شخصیت کی تعمیر:

اسلام کی دعوت کو پہنچانے کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ ایک عورت اپنی اسلامی شخصیت کی

تعمیر کرے اور اپنی زندگی اسلامی احکامات کے مطابق گزارے۔ حاملینِ دعوت کے لیے شریعت کے احکامات کی پابندی لازمی ہے، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں۔

ایک مسلمان عورت کے ایمان کی مضبوطی کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ وہ اپنے تمام اعمال میں اللہ کی فرمانبرداری کرتی ہے، اور وہ کفریہ افکار و اعمال اور کفریہ رسم ورواج سے نفرت کرتی ہے۔ یہ خصوصیات اسکی شخصیت میں مجسم ہو جاتی ہیں اور اس کے تمام اعمال میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ساتھ ہی وہ اسلام کے پیغام کو پہنچانے کی ذمہ داری اُٹھاتی ہے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے قربانیاں دیتی ہے، یوں وہ ایک ایسی حاملِ دعوت بن جاتی ہے جو اسلام کے سانچے میں ڈھل گئی ہے۔

دین کا علم حاصل کرنا:

ایک حاملِ دعوت عورت کو لازمی طور پر مسلسل مطالعہ کے ذریعے، غور وفکر کے ذریعے اور دین کے فہم میں مسلسل جستجو کے ذریعے علم حاصل کرتے رہنا چاہیے۔ ہمیں غور وفکر اور تدبر کرنے والی خواتین ہونا چاہئے، جیسا کہ صحابیاتؓ اور ماضی کی صالح خواتین ہوتی تھیں۔ وہ دین کا فہم حاصل کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہتی تھیں تا کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ انکے اعمال شریعت کے عین مطابق اور صالح ہوں۔ ایک مرتبہ صحابیاتؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ''آپ ﷺ کے اردگرد ہمارے مقابلے میں مرد حاوی ہیں''۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں علیحدہ دن دینے کا وعدہ کیا۔ پس آپ ﷺ اُنہیں مقررہ دن پر بلاتے اور انہیں وعظ و نصیحت فرماتے۔ حضرت عائشہؓ کی یاداشت بہترین تھی، انہوں نے 2000 سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔ ان کی اٹھارہ سال کی عمر میں، پورے عرب سے لوگ آتے اور ان سے دین کے بارے میں سوالات کرتے کیونکہ وہ دین کا بہترین علم رکھنے والے مجتہدین میں سے ایک تھیں، اور انہیں تفسیر، حدیث اور فقہ کی گہری سمجھ تھی۔

اسلام کا علم حاصل کرنے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اپنے معاملات کے علاوہ امت کے امور پر بھی نظر رکھی جائے اور پوری دنیا میں امت کے مسائل اور اسلام سے ان کے حل کے بارے میں آگاہی حاصل کی جائے۔

اُمِ سلمہؓ رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے ایک تھیں جن سے رسول ﷺ نے صلح حُدیبیہ کے موقع پر مشورہ کیا۔ اس دن صحابہؓ قریش کے ساتھ امن معاہدہ ہوجانے کی وجہ سے بہت غیر مطمئن تھے کیونکہ قریش وہ لوگ تھے جنہوں نے ماضی میں مسلمانوں پر شدید ظلم ڈھائے تھے۔ اس صورتِ حال میں امِ سلمہؓ نے آپ ﷺ کو ایسا مشورہ دیا جس سے صحابہؓ کے درمیان جو پریشانی اُٹھ رہی تھی، اُسے ختم کرنا ممکن ہوا۔ یہ اُمِ سلمہؓ کی سیاسی بصیرت اور عقلمندی کی دلیل تھی۔

دعوت کے اسالیب:

ایک عورت دوسری خواتین کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے لیے مختلف اسالیب استعمال کرسکتی ہے۔ وہ درس یا اسلامی لکچر دے سکتی ہے، اسلامی مواد تقسیم کرسکتی ہے، وہ اخبارات اور جرائد میں لکھ سکتی ہے اور دعوت کے حوالے سے گفتگو کرسکتی ہے۔ یہ سب سیاسی نوعیت کے کام ہیں اگر وہ یہ کام ریاستِ خلافت کے قیام کے لیے رائے عامہ کو تیار کرنے کے غرض سے سرانجام دے۔ وہ مختلف اسالیب کے ذریعے اپنے رشتہ داروں، دوستوں، ہمسایوں، سہیلیوں کو، بلکہ پوری امت کو دعوت دے سکتی ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا:

((بَلِّغُوا عَنِّی وَلَوْ آیَةً))

''اگر تم ایک آیت کے متعلق بھی جانتے ہو تو اسے دوسروں تک پہنچاؤ'' (ترمذی، احمد، بخاری)

صحابیاتؓ اپنے غیر متزلزل ایمان اور اسلام کے فہم کی مضبوطی کی بنا پر اسلام کو پھیلانے کا کام کیا کرتی تھیں۔ بہت سی صحابیاتؓ گفتگو اور بحث ومباحثہ کے ذریعے اسلام کی دعوت کو اپنے

متعلقہ خاندان اور حلقہ احباب تک پہنچانے میں معاون و مددگار ثابت ہوئیں۔ عروہؓ بنتِ عبدالمطلب بھی ایسی ہی ایک خاتون تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی حمایت کیا کرتی تھیں اور ان کے حق میں دلیل دیا کرتی تھیں۔ وہ ہمیشہ اپنے بیٹے کو تاکید کیا کرتی تھیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کرے اور آپ ﷺ جو کچھ بھی کرنے کو کہیں وہ اسے سرانجام دے۔

اسی طرح ایک خاتون اُم شُریکؓ تھیں، جو قریش کی خواتین سے خفیہ طور پر ملا کرتی تھیں تاکہ انہیں اسلام کی دعوت دیں اور اسلام کے دائرے میں داخل ہونے کی ترغیب دیں۔ جب کفار کو ان کی سرگرمیوں کا پتہ چلا تو اس سے پہلے وہ بہت سی خواتین کو اسلام کے نور سے منور کر چکی تھیں۔ مکہ کے لوگوں نے اُنہیں خبردار کیا کہ ''اگر تمہارے خاندان کے لوگوں کو فضیلت حاصل نہ ہوتی تو ہم تمہارے ساتھ بہت بُرا کرتے''۔

مسلمان عورتوں میں کچھ ایسی بھی تھیں، جنہوں نے اپنے لیے شادی کا پیغام بھیجنے والوں کو اسلام کی دعوت دی اور اسے شادی کے لیے شرط قرار دیا۔ اُمِ سلیمؓ ایسی ہی خاتون تھیں۔ انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ ابوطلحہ نے اُمِ سلیم کو اسلام قبول کرنے سے پہلے شادی کا پیغام دیا، تو انھوں نے ابوطلحہ سے کہا ''ابوطلحہ کیا تم نہیں جانتے کہ جس خدا کی تم عبادت کرتے ہو وہ زمین سے پیدا ہوتا ہے''۔ ابوطلحہ نے جواب دیا ''ہاں! میں جانتا ہوں''۔ پھر انہوں نے کہا: ''کیا تمہیں ان کی عبادت کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ لیکن اگر تم اسلام قبول کرتے ہو تو میں حق مہر میں کچھ نہیں لوں گی''۔ ابوطلحہ نے کہا کہ وہ انتظار کریں جب تک کہ وہ اس معاملے کو خود نہ جان لیں، اور چلے گئے، بعد میں وہ واپس آئے اور اسلام قبول کرلیا اور شہادت دی کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں''۔ اس پر اُمِ سلیم نے کہا: 'اے انسؓ! ابوطلحہؓ کے ساتھ میری شادی کا بندوبست کرو اور انہوں نے ان سے شادی کرلی۔

پس آج مسلمان عورتیں بھی اپنی پیش رو صحابیات کی مثالوں سے روشنی لیتے ہوئے

بخوبی اپنے خاندان اور پورے معاشرے میں دعوت کا ماحول پیدا کرنے میں بہت اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ چنانچہ جب بھی ہم دوسری خواتین سے ملیں ہمیں دین کے معاملات پر گفتگو کرنی چاہیئے۔

کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ گھر داری کی ذمہ داریوں اور وقت کی بندش کی وجہ سے دعوت اور سیاسی کام میں شامل ہونا مشکل ہوتا ہے۔ تاہم ہم اس دعوت کو عملی طور پر اپنی عام زندگی میں داخل کر سکتے ہیں تا کہ دعوت دینا ہماری روزمرہ کی زندگی کا جزو بن جائے۔ آئے دن ہم بہت سے لوگوں سے، اپنے رشتہ داروں، سہیلیوں اور ہمسائیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ ہمیں اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ ہم امت کے معاملات اور اسلام کے افکار پر گفتگو کرنے کے لیے اِن تمام مواقع کو استعمال کریں۔ صحابیاتؓ حاملِ دعوت تھیں، وہ مائیں، بیویاں، اور بیٹیاں بھی تھیں۔ وہ اپنی تمام ذمہ داریاں نبھاتی تھیں، جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر فرض کی تھیں۔ چنانچہ آج کی حاملِ دعوت عورتوں کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو ایک ایسے وقت دین کے لیے بروئے کار لانا ہے، جب یہ دین ہم سے اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ ہم آگے بڑھیں اور اس کا پرچم سربلند کریں۔

دعوت کی راہ میں مصائب ومشکلات کو برداشت کرنا:

نبی ﷺ نے جب مشرکینِ مکہ کے باطل عقائد اور فاسد افکار کو اسلام کے تصورات کے ذریعے چیلنج کیا تو آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو کفار کی طرف سے مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن انہوں نے استقامت سے مشکلات کا سامنا کیا اور اپنے کام کو مسلسل جاری رکھا۔ بے شک دین کی دعوت میں آزمائشیں ایک سچے مسلمان کو دعوت کی راہ پر مزید پختہ کر دیتی ہے، کیونکہ وہ اس بات کو ذہن میں رکھتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈالتا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ اس کے فرمانبردار بندے کون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ط

مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوا حَتّٰى يَقُولَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُاللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَاللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾

''کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ ابھی تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے۔انہیں سختیاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ موجود ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو بے شک کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے'' (البقرہ:214)

اور فرمایا:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾

''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے، تو صبر کرنیوالوں کو بشارت سنا دیجئے'' (البقرہ:157-155)

پس ایک مسلمان کو دین کی راہ میں تمام تر مصائب ومشکلات کو صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے۔ مشکلات،مصیبتوں اور پریشانیوں کے باوجود اللہ کے دین پر استقامت اختیار کرنے والے سچے مومنین کے لیے ہی اللہ کی طرف سے جنت کا وعدہ ہے:

((وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ))

''اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے اور عمدہ مکانوں اور ہمیشگی کے باغوں میں اور اللہ کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے، یہی تو بڑی کامیابی ہے''۔(التوبہ:72)

اور بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومنین سے اس دنیا میں فتح وحکمرانی کا وعدہ کیا ہے:

﴿وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ م بَعْدِخَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ط وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

''اللہ تم میں سے اُن لوگوں سے وعدہ فرما چکا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، کہ انہیں ضرور زمین میں اِن حکمرانوں کی بجائے حاکم بنائے گا جیسے کہ اُن لوگوں کو حاکم بنایا جو ان سے پہلے تھے، اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے وہ ان کے لیے پسند فرما چکا ہے، اور ان کے اس خوف وخطر کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں'' (النور:55)

اور یہ بات مومنین کے لیے باعثِ اطمینان ہے کہ اللہ کے اذن سے مسلمانوں کی یہ ابتر صورتِ حال جلد تبدیل ہوگی اور اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو وہ خلافت عطا کرے گا، جس کے تحت مسلمان محفوظ ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے کئی احادیث میں خلافت کے دوبارہ قیام کی بشارت دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((تكون النبوة فيكم ما شاء اللّٰه أن تكون،ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون خلافةً على منهاج النبوة فتكون ما شاء اللّٰه أن تكون، ثم يرفعها. إذا شاء أن يرفعها. ثم تكون ملكاً عاضاً، فيكون ما شاء اللّٰه أن تكون، ثم يرفعها. إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون ملكاً جبريةً فتكون ما شاء اللّٰه أن تكون، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها،ثم تكون خلافةً على منهاج النبوة،ثم سكت)).

''تم میں اُس وقت تک نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ نبوت رہے، پھر اللہ جب چاہے گا

اسے اُٹھالے گا، پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہوگی، تو وہ باقی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر وہ جب چاہے گا اسے اُٹھالے گا، پھر موروثی حکمرانی کا دور ہوگا، تو وہ رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر وہ جب چاہے گا اسے اُٹھالے گا، پھر جبری اور استبدادی حکومت ہوگی، تو وہ باقی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر وہ اسے اُٹھالے گا جب وہ چاہے گا، پھر نبوت کے نقشِ قدم پر (دوبارہ) خلافت ہوگی۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے" (مسندِ احمد)

ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ اللہ جلد امتِ مسلمہ کو خلافت سے نوازے اور ہم اس خلافت کے سپاہی ہوں، اُس کے پرچم کو خیر کیلئے بلند کریں اور اسے ایک کامیابی سے دوسری کامرانی کی جانب رواں کریں۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان کی خواتین:

حزب التحریر کی خواتین پاکستان میں اوپر بیان کردہ احکامات اور اعمال کے مطابق دعوت کے فرض کو پورا کر رہی ہیں۔ پس وہ ریاستِ خلافت کے قیام کے لیے معاشرے میں سرگرمِ عمل ہیں۔ وہ حزب التحریر کے حلقات میں اسلام کا گہرا فہم حاصل کرتی ہیں اور بطورِ حاملِ دعوت اپنی اسلامی شخصیت کی تعمیر کرتی ہیں۔ یہ حلقات خواتین ہی کے زیرِ نگرانی ہوتے ہیں یا ان کے محرم مرد حضرات کے زیرِ نگرانی ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کے حالات و واقعات سے گہری آگاہی حاصل کرتی ہیں اور امتِ مسلمہ کی صورتِ حال سے ہمہ وقت باخبر رہتی ہیں کیونکہ یہ دعوت کو احسن انداز سے پہنچانے کے لیے ناگزیر ہے۔ وہ اسلام کی دعوت کو معاشرے تک پہنچانا سیکھتی ہیں، تاکہ معاشرے اور افراد کے افکار اور احساسات میں تبدیلی لاسکیں، اور خلافت کے قیام کی راہ ہموار کرنے میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

پوری دنیا کے تمام مسلم اور غیر مسلم ممالک، جہاں حزب نے دعوت کا بیڑا اُٹھا رکھا

ہے،حزب التحریر کی خواتین مختلف اسالیب کو اختیار کرتے ہوئے گراں قدر انداز میں اس کام میں شریک ہیں۔ مختلف ممالک میں باقاعدگی سے خواتین کی کانفرنسیں، سیمینار، دروس اور خطابات منعقد ہوتے ہیں۔ خواتین بحث ومباحثہ اور تحریر کے ذریعے سے بھی اپنا حصہ ڈالتی ہیں۔ وہ اپنی مسلمان بہنوں تک حزب التحریر کے پمفلٹ، کتابیں، میگزین وغیرہ پہنچارہی ہیں۔ اور ان کوششوں کے نتیجے میں خواتین میں خلافت کے تصور کے متعلق آگاہی پیدا ہورہی ہے اور یہ دعوت معاشرے میں مضبوطی سے پیوست ہو چکی ہے۔

حزب التحریر کی خواتین کی جانب سے پاکستان میں اپنی مسلمان بہنوں کو پرزور پکار:

ہم حزب التحریر ولایہ پاکستان کی خواتین اس حال میں آپ سے مخاطب ہیں کہ وہ ریاست جو مدینہ میں رسول اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے قائم ہوئی تھی، اور 1300 سال تک دنیا پر حکمرانی کرتی رہی، تباہ ہو چکی ہے۔ جس کے بعد سے امتِ مسلمہ شدید مسائل، مشکلات اور پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے۔ امت کی وحدت ختم ہو چکی ہے، اس کے معاملات کفار کے کنٹرول میں ہیں اور امت پر مسلط حکمران کفار کی غلامی میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ امتِ مسلمہ پر مسلط یہ حکمران کفار کے ساتھ مل کر اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کی شرانگیز مہم چلا رہے ہیں۔ بالخصوص پاکستان کہ جس کے قبائلی علاقوں میں پاکستان کے حکمرانوں نے فتنے کی آگ بھڑکا رکھی ہے تاکہ امریکہ کو افغانستان میں گرنے سے بچایا جاسکے۔ ان حکمرانوں نے امریکہ کو پاکستان کے اندر ڈرون حملے کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، جس کا نشانہ بوڑھے، جوان، عورتیں، بچے، سبھی بن رہے ہیں اور لوگوں کی چھتیں انہی کے سروں پر گرائی جارہی ہیں۔ دوسری طرف آپ کی آئندہ نسلوں کو تباہ کرنے اور ان کے ذہنوں سے اسلام کو کھرچ ڈالنے کے لیے ان حکمرانوں نے پاکستان کے بچوں اور نوجوانوں کو مغربی ثقافتی یلغار کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے۔ معاشی تباہی کا یہ حال ہے کہ بے پناہ وسائل سے مالامال ہونے کے باوجود پاکستان کے لوگ

غربت کے ہاتھوں اپنے گردے بیچ رہے ہیں، خودکشیاں کر رہے ہیں اور اپنے ہی ہاتھوں اپنے بچوں کا گلا گھونٹ رہے ہیں۔

بے شک ایک سچا مسلمان اس تمام تر صورتِ حال سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ اور نہ ہی ایک مسلمان کے شایانِ شان ہے کہ وہ مایوسی اور بے عملی کی راہ اختیار کر لے، جبکہ وہ ایسے دین پر ایمان رکھتا ہو جس کے عطا کردہ نظامِ خلافت میں انسانیت کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ پس آج ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ وہ اسلام کے عطا کردہ اس نظامِ خلافت کے قیام کے لیے متحرک ہو جائے۔

حزب التحریر کی خواتین اسی نظامِ خلافت کے قیام کے لیے آپ کے درمیان سرگرمِ عمل ہیں۔ وہ آپ تک اس دعوت کو لے کر آئی ہیں اور آپ کو پکار رہی ہیں کہ آپ ان باتوں پر غور و فکر کریں جو انہوں نے اس کتابچے میں آپ کے سامنے پیش کی ہیں اور اس دعوت کی بھرپور سمجھ حاصل کریں، اور خلافت کے قیام کی عظیم جدوجہد میں ان کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ تاکہ آپ کا کل آپ کے آج سے بہتر ہو اور آپ آخرت میں بھی اللہ کے سامنے سرخرو ہوں اور روزِ قیامت ان صحابیاتؓ کے ساتھ اُٹھائی جائیں، جن سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ آمین

☆☆☆